اسلام سے قبل مختلف مذاہب میں بچوں سے سلوک

پروفیسر عبدالصمد پیرزادہ
لیکچرار گورنمنٹ ڈگری کالج فور بوائز، نارتھ کراچی
ریسرچ اسکالر کراچی یونیورسٹی

ABSTRACT

Prof. Abdul Samad

The people of different religions were living in Arab before Islam.They had no humanity in their hearts. All bad, awful and terrible habits were espoused by them.

Gambling, drinking wine, killing, robbery, adultery, cruelty and many other bad deeds were common there. The most cruel and merciless action was to kill their children and bury their daughters alive. Parents used to perform this harsh action happily and willingly.

Before Islam, parents would make a vow to their false gods for slaughtering their children for their will. In their law, a father had been given a right to kill his own children. Burying daughters or jostling them into a well was common at that time. They would feel dishonor and embarrassment when a girl

was born and would not show their faces to other people not to be cursed. When they had no enough resources to nourish their children, they would kill one or two of them. There was neither inheritance for children nor for women but adult child was considered as the only inherit.

The Holy Prophet (S.A.W.W) clarified the rights of children and stopped this cruelty from the society. He explained the importance of children and also made ignorant people understand that poverty should not compel to kill the children because Allah The Almighty will make them eat and He is distributing the food and making each and every creation eat. He emphasized the noble status of girls and made every one aware that girls are mercy of Allah. Moreover, an organized system and superior principles were given by him. They are supporting the humanity and taking care of the rights of every man and woman of the world.

اسلام سے قبل عرب میں تمام مشہور مذاہب موجود تھے ۔ جن یہودیت ، نصرانیت، حنیفیت اور الحاد شامل ہیں۔ لڑائیوں میں لوگوں کو زندہ جلا دینا ، معصوم بچوں کو تہہ تیغ کرنا اور مستورات کے پیٹ چاک کرڈالنا عموماً جائز تھا۔(۱)

اسلام سے قبل شاید ہی کوئی ایسا عیب ہو جو لوگوں میں پایا نہ جاتا ہو۔ جوا، شراب نوشی، قتل وغارت، زنا، فحاشی ، چوری، غرور وتکبر، انانیت، نفس پرستی ، بے رحمی وسنگدلی جیسے کئی عیوب اس وقت کے لوگوں کی سرشت میں رچ بس گئے تھے۔ بالخصوص عرب کے سفاکانہ مراسم میں سب سے زیادہ بے رحمی اور سنگدلی کا کام معصوم بچوں کو مار ڈالنا، اور لڑکیوں کو زندہ گاڑ دینا تھا۔ (۲) جب گھر میں کوئی لڑکی پیدا ہوتی تھی تو چھپے چھپے پھرتے تھے، لوگوں کے سامنے اپنی خفت اور بے آبروئی محسوس کرتے

تھے بلکہ اس خیال سے کہ کہاں سے کھلائیں گے لڑکوں کو بھی قتل کر دیتے تھے۔(۳) جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں مختلف آیات میں فرمایا ہے کہ:۔

و کذلک زین لکثیر من المشرکین قتل اولادھم شرکاء ھم (۴)

اور اس طرح بہت سے مشرکوں کے خیال میں ان کے معبودوں نے ان کی اولاد کے قتل کرنے کو اچھا بنا رکھا ہے۔

وَاِذَا الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ(۵)

اور جب اس لڑکی سے جو زندہ دفنا دی گئی ہو پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ میں ماری گئی؟

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ

اور غربت تنگدستی کے اندیشے سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرنا (۶)

ان آیات میں مختلف مذاہب کے ان سفاکانہ کرتوت کی طرف اشارہ اور ناپسندیدگی کا اظہار کیا جا رہا ہے جو ان کے رواج میں شامل تھے۔ وہ لوگ بچوں کے ساتھ ظلم کا برتاؤ اپنا حق سمجھتے تھے۔ بچوں کو ذبح کرنا، بھینٹ چڑھانا، چاہِ عمیق میں دھکیلنا، بچیوں کو زندہ دفن کرنا، قینات کا نام دے کر ان کے ساتھ بدکاری کرنا، انہیں ناجائز دھندے کا ذریعہ بنانا، پیدا ہوتے ہی بچے کے منہ میں شراب بطور گھٹی ڈالنا اور وراثت میں حصہ نہ دینا عام تھا۔

ا۔ بچوں کو ذبح کرنا:

رومۃ الکبریٰ کے عظیم الشان متمدن قانون میں اولاد کو مار ڈالنے کا باپ کو بالکل اختیار تھا۔ اس قتل کی کوئی باز پرس نہ تھی اور اولاد کشی کا اعلانیہ کثرت سے رواج تھا۔ اور سب سے زیادہ ہندوستان کے راجپوتوں میں یہ دردناک منظر لڑکیوں کی شادی کی شرم و عار سے بچنے اور بیواؤں کی ستی کی صورت میں اور لڑائیوں میں جوہر کی صورت میں رائج تھا۔۔۔اس ہولناک گناہ کے ارتکاب کا دوسرا سبب عربوں کا عام فقر و فاقہ تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ اولاد ہوگی تو اس کے کھانے پینے کا سامان کرنا پڑے گا، اس لئے وہ اس کے خون سے اپنا ہاتھ رنگ کر اس فرض سے سبکدوش ہوتے تھے۔(۷) چنانچہ وہ بیٹوں کو ذبح کر دیتے تھے۔ اگر چار بیٹے ہیں اور رزق کی تنگی ہے تو باپ دو جوان بیٹوں کو ذبح کر دیتا کہ میرے پاس چار آدمیوں کو کھلانے کے لئے نہیں ہے، دو کو روٹی دے سکتا

ہوں۔(۸)

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں اس عقیدۂ باطل کی مذمت فرماتے ہوئے حکم فرمایا کہ؛

ولا تقتلوا اولادکم خشیۃ املاق ط نحن نرزقھم وایاکم ط ان قتلھم کان خطا کبیرا(۹)

اور اپنی اولاد کو ناداری کے اندیشے سے قتل مت کرو (کیونکہ) ان کو بھی رزق دیتے ہیں اور تم کو بھی۔ بے شک ان کا قتل کرنا بڑا بھاری گناہ ہے۔

حضرت ابنِ مسعودؓ کی روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ فرمایا یہ کہ تو کسی کو اللہ کا مثل قرار دے باوجودیکہ تجھے پیدا اللہ ہی نے کیا ہے۔سائل نے عرض کیا اس کے بعد، فرمایا اس اندیشے کی وجہ سے اولاد کو قتل کر دینا کہ وہ تیرے ساتھ تیرے کھانے میں شریک ہو جائے گی، الی آخر الحدیث (متفق علیہ)(۱۰)

۲۔بچوں کو بھینٹ چڑھانا:۔

حجاز کے وحشی عربوں کے ہاں دیوتا کی کوئی صورت نہ تھی۔صرف ان گھڑ پتھروں کی ایک قربان گاہ ہوا کرتی تھی اس پر وہ ستارۂ صبح (زہرہ) کے لئے کوئی انسان یا سفید اونٹ بڑی جلدی سے ذبح کیا کرتے تھے۔۔۔نیلوس سے پیشتر پورفری بیان کرتا ہے کہ عرب میں دومہ کے باشندے سال میں ایک بار ایک لڑکے کی بھینٹ دیتے اور اسے قربان گاہ کے نیچے دفن کر دیتے۔(۱۱) شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ عرب میں والدین اپنے بچوں کو اپنے دیوتاؤں کی خوشنودی کے لئے خود ذبح کر کے ان پر چڑھا دیتے تھے، منت مانتے تھے کہ فلاں کام ہوگا تو اپنے بچے کی قربانی کریں گے۔ یہ قابلِ نفرت رسم نہ صرف عرب میں بلکہ بہت سی بت پرست قوموں میں جاری تھی۔(۱۲)

حضورِ اکرم ﷺ نے اس عمل کی بھی سختی سے ممانعت فرمائی اور ایک اللہ کی وحدانیت کا پیغام دیتے ہوئے حق و باطل کو عیاں فرمایا اور یہ واضح فرما دیا کہ یہ عمل سوائے دنیا و آخرت کی بربادی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ خود اس عمل کی ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے فرما رہا ہے کہ؛

و کذلک زین لکثیر من المشرکین قتل اولادھم شرکاءھم(۱۳)

اور اس طرح بہت سے مشرکوں کے خیال میں ان کے معبودوں نے ان کی اولاد کے قتل کرنے کو اچھا بنا رکھا ہے۔

۳۔چاہِ عمیق (گہرے کنویں) میں دھکیلنا:۔

عرب میں ایک یہ بھی المیہ تھا کہ وہ لوگ لڑکیوں کی پیدائش کو باعثِ شرم سمجھتے تھے۔ جو خاندان زیادہ شریف سمجھے جاتے تھے وہ زندہ لڑکیوں کو زیرِ زمین دفن کر دیتے یا چاہِ عمیق (گہرے کنویں) میں دھکیل دیتے تھے۔ اس فعل پر فخر کیا کرتے تھے اور اسے اعلیٰ شرافت کا نشان سمجھا کرتے تھے۔ (۱۴) ایک شخص حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ ہم اہلِ جاہلیت و بت پرست تھے۔ اپنی اولاد کو مار ڈالتے تھے۔ میرے ہاں ایک لڑکی تھی۔ میں نے اسے بلایا، وہ خوشی خوشی میرے پیچھے ہولی۔ جب میں نزدیک ہی اپنے اہل کے ایک کنویں پر پہنچا تو میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کنویں میں گرا دیا۔ وہ ابا ابا کہتی تھی۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے آنسوں ٹپک پڑے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ قصہ مجھے پھر سناؤ۔ اس شخص نے دہرایا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنا روئے کہ آنسوؤں سے داڑھی مبارک تر ہوگئی۔ (۱۵)

بچیوں کو زندہ دفن کرنا:

اسلام سے قبل بے دردی اور قساوتِ قلبی کا یہ عالم تھا کہ سب سے زیادہ محبوب اولاد ہوتی ہے لیکن ان کے ہاں یہ صورت ہوتی تھی کہ اگر لڑکی پیدا ہوتی تو باپ اپنے ہاتھ سے اسے زمین میں زندہ دفن کر دیتا۔ اسے عار آتا تھا کہ میرا کوئی داماد کہلائے، میرے گھر میں کوئی دوسرا آدمی آئے۔ (۱۶) یوں تو اس رسمِ بدکار کے رواج تمام عرب میں تھا، مگر اخبارِ عرب کے بعض واقف کہتے ہیں کہ ایک خاص سبب سے بنوتمیم میں اس کا رواج سب سے زیادہ تھا۔ بنوتمیم کے رئیس قیس بن عاصم جب اسلام لائے تو انہوں نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اقرار کیا کہ انہوں نے اپنے ہاتھ سے آٹھ دس لڑکیوں کو زندہ دفن کیا ہے۔۔۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! اے قیس ہر لڑکی کے کفارے میں ایک غلام آزاد کرو۔ عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس اونٹ ہیں۔ فرمایا، ای قیس! ہر لڑکی کے کفارے میں ایک اونٹ قربانی کرو۔

> مردوں کے علاوہ یہ کس قدر تعجب انگیز ہے کہ خود عورتیں بھی اس جرم میں مردوں کی شریک تھیں، مائیں خود اپنی لڑکیوں کو اپنے ہاتھ سے اس قربانی کے لئے حوالے کرتی تھیں۔ (۱۷)

اللہ تعالیٰ نے اس سفاک عمل کا سختی سے منع فرمایا اور واضح فرمادیا کہ،

وَإِذَا الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ(۱۸)

اور جب اس لڑکی سے جو زندہ دفنا دی گئی ہو پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ میں ماری گئی؟

ایک اور جگہ فرمایا،

یتوارٰی من القومِ من سوٓءِ ما بشر بہٖ ط ایمسکہ علٰی ھون ام یدسہ فی التراب ط الا سآء ما یحکمون(۱۹)

اور اس خبرِ بد سے (جو وہ سنتا ہے) لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے (اور) سوچتا ہے کہ آیا ذلت برداشت کر کے لڑکی کو زندہ رہنے دے یا زمین میں گاڑ دے۔ دیکھو یہ جو تجویز کرتے ہیں بہت بری ہے۔

لوگ جن لڑکیوں کو بوجھ سمجھا کرتے تھے انہیں آپ ﷺ نے رحمت فرمایا اور اور فرمایا کہ،

ان اللہ حرم علیکم عقوق الامھات و وأد البنات

اللہ نے تم پر حرام فرمادی ماؤں کی نافرمانی اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا (۲۰)

قینات کے ساتھ سلوک:۔

اسلام سے قبل عرب میں لونڈیوں (غلام لڑکیوں) کو قینات کہا جاتا تھا۔ وہ لوگ لونڈیوں کو جو قینات کہلاتی تھیں، اپنی نفسانی خواہشات کے پورا کرنے، گانے بجانے اور ناچنے کے لئے پالا کرتے تھے۔ یہ انتہائی عجیب بات تھی کہ وہاں ان لونڈیوں کی زنا کاری کی آمدنی کو ان کے آقا اچھی آمدنی سمجھا کرتے تھے، جو عورتیں لڑائی میں گرفتار ہو کر آتیں ان کو بھی قینات میں داخل کر دیا جاتا تھا۔

اسلام نے اس جہالت کو بھی دور کیا اور عورت کو ایک پاک مقام عطا کیا مزید کہ جہاد میں بھی فتح کے باوجود بھی بچوں اور عورتوں کے ساتھ رحم والا سلوک رکھنے کا حکم فرمایا۔ یعنی عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا۔ (۲۱)

وراثت میں حصہ:۔

قبل از اسلام ایک یہ بھی قابلِ نفرت دستور تھا کہ وراثت صرف چند ہاتھوں تک محدود تھی۔ مالِ وراثت کا حصہ صرف اور صرف ان مردوں کا حق ہوتا تھا جو بالغ ہوتے تھے جبکہ عورتیں اور

بچے اپنے والدین اور عزیز واقارب کے ترکہ سے قطعاً محروم رکھے جاتے تھے۔ ان کو وراثت میں حصہ حاصل کرنے کا کوئی حق نہیں تھا۔ (۲۲)

عربوں میں روزانہ کی قتل و غارت اور بدامنی کے سبب یتیموں کی کثرت تھی، مگر جیسا کہ چاہئے ان کے غور و پرداخت کا سامان نہ تھا، چھوٹے بچے ہونے کے باعث وراثت سے تو وہ محروم تھے ہی اس پر ایک بوجھ یہ کہ سنگدل عربوں میں عام طور سے ان کے ساتھ رحم وشفقت کا جذبہ کسی طور نہیں تھا۔ (۲۳) اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں ان سنگدل لوگوں کا ذکر کئی جگہ فرمایا، ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ،

كلا بل لا تكرمون اليتيم۔ ولا تحضون على طعام المسكين۔ وتاكلون التراث اكلا لما ۔ وتحبون المال حبا جما۔(۲۴)

نہیں یہ بات نہیں، بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے ۔ اور نہ ایک دوسرے کو مسکین کے کھانے پر آمادہ کرتے ہو، اور مردے کا مال پورا سمیٹ کر کھا جاتے ہو۔ اور دنیا کے مال و دولت پر جی بھر کے ریجھتے ہو۔

آپ ﷺ یتیموں کے ساتھ خصوصی شفقت کا معاملہ فرماتے۔ ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے۔ ان سے محبت فرماتے اور ان سے متعلق اخلاقی ہدایتیں فرماتے رہتے۔ آپ ﷺ نے یہاں تک فرمادیا کہ جو شخص کسی یتیم کی کفالت کرے گا تو وہ جنت میں میرے ساتھ یوں ہوگا، آپ ﷺ نے اپنی شہادت کی انگلی اور اس کے ساتھ والی انگلی کو ساتھ ملا کر فرمایا۔

اسلام سے قبل مذکورہ بالا تمام تر سفاک اور ناقابلِ برداشت رواج عرب اور دیگر جگہوں پہ قائم تھے۔ عرب کی طرح ہند میں بھی دختر کشی پائی جاتی تھی ۔ رومۃ الکبریٰ میں بچہ کشی کی رسم زمانہ قدیم سے جاری تھی۔ چنانچہ ایڈورڈ گبن اپنی تاریخ میں یوں رقم طراز ہے:۔" اپنے نئے پیدا ہوئے بچوں کے باہر پھینک آنے یا قتل کرنے کی خوفناک رسم جس سے قدماء خوب آشنا تھے۔" رومۃ الکبری کے صوبہ جات بالخصوص اطالیہ میں روز بروز کثیر الوقوع ہوتی جاتی تھی۔ اس کا باعث افلاس تھا۔ اور افلاس کے بڑے اسباب ٹیکسوں کے ناقابلِ برداشت بوجھ اور مدیونوں کے خلاف محکمۂ مال کے افسروں کے تکلیف دہ اور بے درد مقدمات تھے۔ نوعِ انسان کے کم مال دار یا کم محنت کش حصے نے عیال میں اضافے کی خوشی منانے کے بجائے شفقتِ پدری کا مقتضایہ سمجھا تھا کہ اپنے بچوں کو ایسی زندگی کی آنے والی تکلیفوں سے چھڑادیا جائے جسے وہ خود نباہنے کے قابل نہ تھے۔

قسطنطنیہ (متوفی 22 مئی 337ء) کی مروت شاید مایوسی کے بعض تازہ غیر معمولی واقعات سے حرکت میں آئی کہ اس نے پہلے اطالیہ پھر افریقہ کے تمام شہروں کی طرف ایک فرمان بھیجا۔ جس میں یہ ہدایت تھی کہ والدین اپنے ایسے بچوں کو مجسٹریٹوں کی عدالتوں میں پیش کیا کریں جن کو ان کا افلاس تعلیم دلانے کی اجازت نہیں دیتا۔ ان کو فوری وکافی امداد دی جائے گی۔ لیکن یہ وعدہ ایسا فیاضانہ جبکہ بندوبست ایسا بے سراپا تھا کہ اس پر کوئی عام یا دائمی فائدہ مترتب نہ ہوا۔ یہ قانون اگرچہ کسی قدر قابلِ تحسین تھا مگر افلاسِ عامہ کو کم کرنے کے بجائے یہ افلاس کے اظہار کا ذریعہ بنا۔ (۲۵) الغرض یہ کوشش بھی بچوں کے لئے سودمند ثابت ہونے کے بجائے نقصان کا باعث بنی اور اس کے پورا نہ ہونے کے سبب یاس کا مادہ اور بڑھ گیا۔

فرعون کی سرکشی:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے قبل فرعون زمین میں سرکشی اور طغیانی پر اتر آیا تھا اور اہلِ زمین کو ٹکڑوں میں کر دیا تھا یعنی اللہ کی دھرتی پر ظلم وستم اور سرکشی فساد اور فتنے برپا کر رکھے تھے۔۔۔ مخالف جماعت کو ظلم و جبر کی چکی میں پیستا، ان کو کمزور کرتا اور یہ مظلوم افراد بنی اسرئیل کے تھے جو اللہ کے پیغمبر حضرت یعقوبؑ بن اسحاقؑ بن ابراہیمؑ خلیل اللہ کی آل تھے۔ اس وقت روئے زمین پر اللہ کے نزدیک یہی بہتر قوم تھی لیکن یہ ان کو انتہائی ذلیل، پست اور گھٹیا کاموں میں لگاتا، پوجا پاٹ کرواتا اور ان کے نومولود فرزندوں کو بے دردی سے ذبح کروادیتا اور صرف لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتا۔ اس ظلم وستم اور قتلِ ناحق پر اس کو اس چیز نے برانگیختہ کیا تھا کہ بنی اسرائیل کے ہاں حضرت ابراہیمؑ کے زمانے سے آپس میں یہ خبر مشہور تھی کہ انہی میں سے ایک بچہ پیدا ہوگا جو بڑا ہو کر فرعونِ مصر کا تختہ الٹے گا۔ پھر بنی اسرائیل کے پاس ملکِ مصر کے قبضے کی باگ دوڑ آجائے گی۔۔۔ پھر یہ خبر اس فرعونِ مصر کو بھی اس کے درباریوں کے ذریعے پہنچی تو اس نے اس وقت سے یہ قانون جاری کر دیا کہ صرف بنی اسرائیل میں جو بھی لڑکا پیدا ہوا اس کو قتل کر دیا جائے۔

حضرت ابنِ عباسؓ، ابنِ مسعودؓ اور دیگر کئی اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہے کہ فرعون نے خواب دیکھا تھا۔ گویا ایک آگ بیت المقدس کی طرف سے چلی آرہی ہے اور آکر اس نے مصر کے گھروں اور تمام قبطیوں (یعنی بنی اسرائیل کے مخالف فرعونیوں کے گروہ) کو جلا ڈالا۔ لیکن بنی اسرائیل کو آنچ نہ پہنچی۔

فرعون نے بیداری کے بعد اپنے محل کے کاہنوں، نجومیوں، جادوگروں اور دیگر ماہرین کو جمع کیا اور سب سے اس کے متعلق پوچھا کہ اس کی تعبیر کیا ہو سکتی ہے۔ انہوں نے جواب دیا ایک بچہ

بنی اسرائیل سے پیدا ہوگا، اہلِ مصر کی ہلاکت اسے کے ہاتھوں ہوگی۔ تب فرعون نے بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل اور لڑکیوں کو چھوڑنے کا حکم دے دیا۔۔۔ مقصود یہ ہے کہ فرعون نے پورا زور صرف کر ڈالا کہ موسیٰؑ نہ پیدا ہوں حتیٰ کے دائیں اور دوسرے محافظ والے لوگ امید والی عورتوں کی تلاش میں پھرتے رہتے اور پھر ان کے جنم دینے کے وقت کا اندازہ لگاتے پھر جب بھی کوئی عورت لڑکے کو جنم دیتی تو اس کو اسی وقت ذبح کر دیتے۔۔۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت کے بعد بھی فرعون نے قتلِ اولاد جاری رکھا تھا۔ وہ اسی لئے تھا کہ بنی اسرائیل کی قوت وشوکت کمزور پڑ جائے اور حضرت موسیٰ کی بعثت سے پہلے بچوں کا قتل، حضرت موسیٰ کی پیدائش روکنے کے لئے تھا۔(۲۶) فرعون کی اس قتل و غارت کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں مختلف مقامات میں فرمایا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے؛

وَاِذ نجینکم من اٰل فرعون یسومونکم سوء العذاب یذبحون ابناء کم و یستحیون نساؤ کم وفی ذلکم بلآء من ربکم عظیم (۲۷)

اور جب ہم نے تمہیں قومِ فرعون سے نجات بخشی جنہوں نے تمہیں سخت عذاب میں مبتلا کر رکھا تھا تمہارے لڑکوں کو قتل کر ڈالتے تھے اور تمہاری لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتے تھے اور اس میں تمہارے پروردگا کی طرف سے بڑی آزمائش تھی۔

ایک اور آیت ہے کہ؛

ان فرعون علا فی الارضِ وجعل اھلھا شیعاً یستضعف طآئفة منھم یذبح ابنآء ھم ویستحی نسآؤ ھم ط انه کان من المفسدین۔ (۲۸)

بلاشبہ فرعون نے زمین میں سرکشی کر رکھی تھی اور وہاں کے باشندوں کو گروہوں میں تقسیم کر دیا ان میں سے ایک گروہ کو وہ ذلیل کرتا تھا کہ ان کے بیٹوں کو ذبح کر ڈالتا اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتا۔ بے شک وہ مفسدوں میں تھا۔

حضرت عبد المطلب کی منت:

عمرو بن حارث بن مضاض جرہمی نے کعبہ کے ہر دو غزال طلائی اور حجر رکن کو زمزم میں ڈال کر اسے ایسا بند کر دیا تھا کہ مدت گزرنے پر کسی کو اس کا نشان تک معلوم نہ رہا۔ آخر کار عبد

المطلب کو خواب میں اس کے کھودنے کا اشارہ ہوا۔ عبدالمطلب کے ہاں اس وقت صرف ایک صاحبزادہ حارث تھا۔ اسی کو ساتھ لے کر کھودنے لگے۔۔۔زمزم کے کھودنے میں عبدالمطلب نے اپنے معاونین کی قلت محسوس کر کے یہ منت مانی تھی کہ اگر میں اپنے سامنے دس بیٹوں کو جوان دیکھ لوں تو ان میں سے ایک کو خدا کی راہ میں قربان کروں گا۔ جب مراد برآئی تو ایفائے نذر کے لئے دسوں بیٹوں کو لے کر کعبہ آئے اور پجاری سے اپنی نذر کا حال بیان کیا اور کہا کہ ان دسوں پر قرعہ ڈالو، دیکھو کس کا نام نکلتا ہے۔ چنانچہ ہر ایک نے اپنے اپنے نام کا قرعہ دیا۔ ایک طرف پجاری قرعہ نکال رہا تھا تو دوسری طرف عبدالمطلب یوں دعا کر رہے تھے۔ یا اللہ میں نے ان میں سے ایک کی قربانی کی منت مانی تھی اب میں ان پر قرعہ اندازی کرتا ہوں، تو جسے چاہتا ہے اس کا نام نکال۔ اتفاق سے عبداللہ کا نام نکلا۔ جو رسول اللہ ﷺ کے والد اور حضرت عبدالمطلب کو بیٹوں میں سب سے پیارے تھے۔ عبدالمطلب چھری ہاتھ میں لے کر ان کو قربان گاہ کی طرف لے چلے۔ مگر قریش اور عبداللہ کے بھائی مانع ہوئے۔ آخر کار عبداللہ اور دس اونٹوں پر قرعہ ڈالا گیا مگر نتیجہ وہی نکلا۔ بڑھاتے بڑھاتے سو اونٹوں پر نوبت پہنچی تو قرعہ اونٹوں پر نکلا۔ چنانچہ عبدالمطلب نے سو اونٹ قربان کئے اور عبداللہ بچ گئے۔ اسی واسطے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے انا ابن الذبیحین یعنی میں دو ذبیح (اسمٰعیل و عبداللہ) کا بیٹا ہوں۔ (۲۹)

حضرت عبدالمطلب ہر سال ماہِ رمضان میں کوہِ حرا میں جا کر خدا کے گیان دھیان میں گوشہ نشین رہا کرتے تھے۔ وہ موحد تھے۔ نکاحِ محارم سے اور بحالت برہنگی طوافِ کعبہ سے منع کرتے۔ لڑکیوں کے قتل سے روکتے۔ چور کا ہاتھ کاٹ دیتے۔ غرض یہ کہ آپ کئی صفات کے حامل تھے اس پر آپ کی یہ منت جو آپ نے اپنے بیٹے کی قربانی کی مانی۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جہالت میں گھرے لوگوں میں تو قتلِ عام، بتوں پر معصوم جانوں کے چڑھاوے، لڑکیوں کا قتل وغیرہ عام تھا جب کہ شریف النفس لوگوں میں بھی، اللہ کے لئے انسان کی جان قربان کرنے کی منت ماننا بے عیب عمل تھا۔ جس کی آپ ﷺ نے ممانعت فرمادی اور انسانی جان کی اہمیت کو اجاگر فرمایا۔

حضرت ابراہیمؑ کا خواب کہ آپ اپنے بیٹے کو ذبح فرما رہے ہیں اور پھر بیٹے کو خواب سے آگاہ کرنا، بیٹے کا قربان ہونے پر راضی ہو جانا، قربانی کے وقت بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ کی جگہ جانور کا ذبح ہونا۔ یہ پورا واقعہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام انسانیت کو درس ہے کہ اس پاک ذات کو انسانی جان کا ذبح کر دینا کسی طور پسند نہیں ہے اور اللہ کی راہ میں کوئی قربانی کرنا چاہتا ہے تو وہ حلال جانوروں کی قربانی کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے جنت سے اسمٰعیلؑ کی جگہ ایک جانور کو بھیج دیا تھا اور

جانور ذبح کیا گیا تھا۔ اسی طرح حضرت عبداللہ کی جگہ سو اونٹوں کی قربانی کو قبول فرمایا۔

الغرض اسلام سے قبل جتنے مذاہب تھے کم و بیش سب میں ہی نفس پرستی کے بگاڑ کے باعث بچوں پر کسی نہ کسی طرح کی تنگی تھی اور معصوم جانیں کسی نہ کسی ظلم کا شکار ہو جاتی۔ آنحضرت ﷺ جب دنیا میں تشریف لائے تو آپ نے دیگر تمام معاملات کے ساتھ ساتھ بچوں کے حقوق کو بھی اجاگر فرمایا۔ ان پر ہونے والے مظالم کو ناپسند کرتے ہوئے ایسی حدود یں قائم فرمادیں جن کے باعث بچوں کو تحفظ ملنے کے ساتھ ساتھ شعور کی منزل کی طرف چلنے کا راستہ بھی مل گیا۔ آپ ﷺ نے بچوں کی جان کا تحفظ، مال کا تحفظ، تربیت، پرورش، تعلیم، خوراک، لباس، غرض یہ کہ ان سے متعلق ہر پہلو کو اجاگر فرماتے ہوئے اسلام سے قبل مذاہب کے بگڑے ہوئے سفاکانہ رواجوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا کر اسلام کے منصف دستور کو نافذ فرمایا۔

مصادر و مراجع

۱۔ سیرت النبیؐ، علامہ شبلی نعمانی / سید سلیمان ندوی، ادارۂ اسلامیات، ۲۰۰۲، حصہ اول، ص ۱۰۱

۲۔ سیرت النبیؐ، علامہ شبلی نعمانی / سید سلیمان ندوی، ادارۂ اسلامیات، ۲۰۰۲، حصہ اول، ص ۳۹۴

۳۔ سیرتِ سرورِ کونینؐ، محمد عاشق الٰہی بلند شہری، ادارۃ المعارف، ۲۰۱۱، جلد اول، ص ۲۱

۴۔ سورۃ الانعام آیت ۱۳۷

۵۔ سورۃ التکویر آیت ۸، ۹

۶۔ سورۃ الانعام آیت ۱۵۱

۷۔ سیرت النبیؐ، علامہ شبلی نعمانی / سید سلیمان ندوی، ادارۂ اسلامیات، ۲۰۰۲، حصہ اول، ص ۳۹۵

۸۔ خطبات، قاری محمد طیب قاسمی، دارالاشاعت، ۲۰۰۰، جلد دوم، ص ۳۲۱

۹۔ سورۃ بنی اسرائیل آیت ۳۱

۱۰۔ تفسیرِ مظہری اردو، مترجم سید عبدالدائم جلالی، دارالاشاعت، ۱۹۹۹، جلد ۴، ص ۱۶۳

۱۱۔ سیرتِ رسولِ عربیؐ، نور بخش توکلی، ضیاء القرآن، ۲۰۱۱، ص ۵۹

۱۲۔ سیرت النبیؐ، علامہ شبلی نعمانی / سید سلیمان ندوی، ادارۂ اسلامیات، ۲۰۰۲، حصہ ششم، ص ۳۹۴، ۳۹۵

۱۳۔ سورۃ الانعام آیت ۱۳۷

۱۴۔ رحمۃ اللعالمین سیرۃ النبی الامیؐ، قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری، فیصل پبلشرز، ۲۰۱۰، جلد سوم، ص ۶۲

۱۵۔ سیرتِ رسولِ عربیؐ، نور بخش توکلی، ضیاء القرآن، ۲۰۱۱، ص ۲۸۶

۱۶۔ خطبات، قاری محمد طیب قاسمی، دارالاشاعت، ۲۰۰۰، جلد دوم، ص ۳۲۱

۱۷۔ سیرت النبیؐ، علامہ شبلی نعمانی / سید سلیمان ندوی، ادارۂ اسلامیات، ۲۰۰۲، حصہ ششم، ص ۳۹۷، ۳۹۸

۱۸۔ سورۃ التکویر آیت ۸

۱۹۔ سورۃ النحل آیت ۵۹

۲۰۔ مشکوٰۃ، باب البر والصلہ

۲۱۔ رحمۃ اللعالمین سیرۃ النبی الامیؐ، قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری، فیصل پبلشرز، ۲۰۱۰، جلد سوم، ص ۶۲

۲۲۔ ایضاً

۲۳۔ سیرت النبیؐ، علامہ شبلی نعمانی / سید سلیمان ندوی، ادارۂ اسلامیات، ۲۰۰۲، حصہ ششم، ص ۴۲۴

۲۴۔ سورۃ الفجر آیت ۲۴

۲۵۔ سیرتِ رسولِ عربیؐ، نور بخش توکلی، ضیاء القرآن، ۲۰۱۱، ص ۲۸۶، ۲۸۷

۲۶۔ قصص الانبیاء اردو، عماد الدین ابنِ کثیر، مترجم مولانا ابوطلحہ محمد اصغر مغل، دارالاشاعت، ۲۰۰۹، ص ۳۳۵ تا ۳۳۷

۲۷۔ سورۃ البقرۃ آیت ۴۹

۲۸۔ سورۃ القصص آیت ۴

۲۹۔ سیرتِ رسولِ عربیؐ، نور بخش توکلی، ضیاء القرآن، ۲۰۱۱، ص ۳۳، ۳۴